

وعظ

حناطیت نگان

فی الشریعہ اکام حضرت اپنے شریعت پر اعتماد کرتے ہیں

فہرست مضمایں حفاظت زبان

عنوان	صفحہ
میاں بیوی میں ناجاہل کا سبب	۷
اعضاء کی گواہی	۹
اعجمی پہنچ کا مسئلہ	۱۳
حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیفت	۱۵
امہات المؤمنین کوہدایت	۲۴
مؤمنین کی صفات	۲۶
معیاری مسلمان	۲۸
جوہنوں کا بادشاہ	۳۰
نعمت گویاں	۳۲
بسیار گوئی کا فقصان	۳۰
فضول گوئی سے بچنے کے لئے	۳۲
پہلا نسخہ	۳۴
دوسرा نسخہ	۳۶
تیسرا نسخہ	۳۸
چوتھا نسخہ	۴۰
نبی عن المکر کا فائدہ	۴۵

ابحث الله العزى الحمع

وعن

حافظت زبان

(٢٣-١٣١٩ هـ جمادى الاولى)

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعود بالله من شرور انفسنا ومن سياس اعمالنا، من يهدى الله فلا مصل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان محمدا عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى اصحابه واصحه اجمعين.

اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

﴿وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا إِنَّمَا الَّذِي هُوَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَنَ يَنْتَهِي بِنَفْسِهِ إِنَّمَا كَانَ شَيْطَانُكُلِّ إِنْسَانٍ عَدُوًّا لِّمَنِ يَنْهَا﴾

(٥٣-١٧) الشيطان كان للانسان عدو امينا

يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وقولوا قول اسدیدا يصلح لكم اعمالكم ويغفر لكم ذنوبكم ومن يطع الله ورسوله فقد فاز

﴿فَوْزٌ عَظِيمٌ﴾ (٣٢-٤٠)

”اور آپ میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ ایسی بات کہا کریں جو پہتر ہو شیطان لوگوں میں فساد ڈالوا دیتا ہے واقعہ شیطان انسان کا صرخ دشمن ہے۔“

”اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور صحیح بات کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کرو گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔“

عام گناہوں کی نسبت زبان کے گناہوں سے بچنا زیادہ مشکل ہے اور اس کے فسادات بھی دوسرے گناہوں کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں زبان کی حفاظت کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے:

① میں نے ابھی خطبہ میں پہلے تبر پر جو آیت پڑ گئی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے زبان کی حفاظت نہ کرنے سے یوں ذرا یا ہے کہ اس کے ذریعہ شیطان تمہیں تباہ کرنا چاہتا ہے، شیطان کے شر سے ہوشیار رہو۔

② میں نے خطبہ میں جودو مری آیت پڑ گئی ہے اس کے شروع میں ہے: يَا يَهُوَ الَّذِينَ أَمْنَوْا۔ اے ایمان والوں اگر تم اپنے دعوا نے ایمان میں پچھے ہو تو اپنے عمل سے اس کی تقدیق پیش کرو وہ کس طرح؟ اتقو اللہ۔ اللہ سے ڈرو، اس کی تافرمانی چھوڑو وہ اور تافرمانی کا سب سے بڑا تھیار چونکہ زبان ہے اس لئے تقویٰ کا حکم دے کر اس کے بعد خصوصیت سے زبان کے متعلق تاکید فرمائی: وَ قُولُوا قُلُوا سَدِيداً زبان کو غلط طریق سے استعمال نہ کرو بلکہ یہ شہ سید گی اور بگی بات کہو۔ بات زبان پر لانے سے پہلے اچھی طرح سوچ لو کہ یہ بات آخرت کے حق میں مفید ہو گی یا مضر ہے؟ اسی لئے عقلاء کا قول ہے کہ ”پہلے بات کو تولو پھر بلو۔“ جب آپ کی زبان قابو میں آگئی اور اس کی اصلاح ہو گئی تو اس کی برکت سے بقیہ تمام اعضاء کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔ اس لئے آگے

ارشاد فرمایا: يصلاح لكم اعمالکم۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح فرمادیں گے۔ گویا تمام اعمال کی اصلاح ایک زبان کی اصلاح پر موقوف ہے۔ زبان قابو میں آگئی تو تمام اعمال درست ہو جائیں گے اور پوری زندگی سنور جانے گی۔ مزید انعام یہ کہ ویغفر لکم ذنو بکم۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کی مغفرت فرمادیں گے۔ آگے ارشاد فرمایا:

﴿۵۱﴾ وَمَنْ يَطِعُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فِي الْأَعْظَمِ ۝

یہ تجربہ ہے اور قرآن بھی اس کی شہادت دے رہا ہے کہ زبان کی حفاظت کرنے سے انسان دوسرے بہت سے گناہوں سے بھی نجیج جاتا ہے۔ اس لئے آگے اور زیادہ تعبیر فرمادی کہ جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا ان کی ترقمانیوں سے بچے گا یہ اس کے لئے بہت بڑی کامیابی ہے اس کے لئے دنیا میں بھی سکون اور آخرت میں بھی جیتن۔

میال بیوی میں ناچاقی کا سبب:

نکاح کے خطبے میں بھی یہ آیت پڑھی جاتی ہے بلکہ خطبہ نکاح میں پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے (احمد، دارالٹی، الجود اذہ، ترمذی)

اس کی حکمت بظاہر بھی معلوم ہوتی ہے کہ میال بیوی کے تعلقات اگر اچھے رہیں ان کا آپس میں نباہ ہو تو اس کے اچھے اثر دونوں خاندانوں پر پڑتے ہیں۔ جانبین میں محبت بڑھتی ہے۔ سب سکون سے رہتے ہیں اور اگر دونوں میں مناقرتوں اور ناچاقی ہو تو اس کے برعے اثر بھی دونوں خاندانوں پر پڑتے ہیں۔ دونوں طرف سے غبتوں، بدگمانیوں اور عداوتوں کا ایک نہ ختم ہونیوالا سلسلہ چل پڑتا ہے جو آخر کار طلاق پر جا کر نتھ ہوتا ہے اور یہ مشاہدہ ہے کہ اس سارے فساد کو برپا کرنے میں سب سے بڑا دخل زبان کا ہوتا ہے۔ ساس یا بہو دونوں میں سے ایک کی طرف سے ابتداء ہوتی ہے پھر

دونوں کی زبانیں چل پڑتی ہیں اور قیچی کی طرح چلتی رہتی ہیں۔ آخر برات بڑھتے بڑھتے دونوں خاندانوں کو پسیت میں لے لیتی ہے۔ نتیجہ دنیا بھی تباہ آخرت بھی بر باد۔ اسی فتنہ کی جز کائنات کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ نکاح میں یہ آیت پڑھا کرتے تھے جس میں حکم ہے: قولوا فو لا مسدیدا۔ زبان سے بیش درست اور اچھی بات کہو۔ زبان بگزگئی تو ساری زندگی بگز جائے گی۔ جس سے صرف میاں بیوی کی ازو وابی زندگی ہی نہیں بلکہ دونوں کے خاندان بھی متاثر ہوں گے اور اتنا بڑا فساد برپا ہو گا جو دونوں خاندانوں کی دنیا و آخرت لے ذوبے گا۔ اس عظیم فتنہ کا واحد علاج یہ ہے کہ زبان کو قابو میں کرلو ہر برات پہنچے تو لو پھر لو۔

(۲) ولقد خلقنا الانسان و نعلم ما توسوس به نفسه و نحن اقرب اليه من حل الوريد ^ف اذ يتكلقى المتكلقين عن اليمين وعن الشمال قعيد ^ف ما يلقط من قول الالذى به رقب عتيد ^ف (۵۰- ۵۷۶)

الله تعالیٰ دل کی باتیں بھی جانتے ہیں مگر قانونی کارروائی کے مطابق لکھنے کے لئے دو فرشتے بھی متعین فرمادیے۔

انسان جو لفظ بھی بولتا ہے اسے لکھنے کے لئے اور اس کی برات کو محفوظ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو فرشتے انسان کے دائیں بائیں متعین ہیں، جیسے ہی کوئی اچھی یا بُری بات زبان سے نکالتا ہے، فرشتہ فوز اسے لکھ کر بیش کے لئے محفوظ کر لیتا ہے۔ دائیں طرف والا فرشتہ اچھی باتیں لکھتا ہے اور بائیں طرف والا بُری باتیں لکھتا ہے۔ اس پر تنیر فرمادی کہ انسان کہیں اس غلط بُھنی میں نہ رہ جائے کہ وہ جو کچھ بول رہا ہے یہ باتیں یونہی ہو ایں اڑ جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ان کا علم نہیں، ایسا نہیں بلکہ اس کی ہر بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اس کے مقرر کردہ فرشتے ساتھ ساتھ لکھتے جا رہے ہیں ہر برات کا آخرت میں حساب دینا ہو گا اس پر جزاء و سزا مرتب ہوگی۔

زبان کے گناہ اور اس کے فسادات باقی تمام اعضاء کے گناہوں سے بڑھ کر ہیں پھر

زبان کے گناہوں سے بچنا ہے بھی مشکل کام، موقع بے موقع انسان کی زبان چلتی رہتی ہے، بسا اوقات بڑی خطرناک اور تباہ کرن باتیں زبان سے نکل جاتی ہیں۔ مسلمان کہلاتے ہوئے کفر تک بکھنے لگتا ہے، مگر اسے محسوس تک نہیں ہوتا کہ زبان سے کیا کچھ نکال رہا ہے؟ اور اپنی بد زبانی کی وجہ سے کہاں پہنچ چکا؟

اعضاء کی گواہی:

زبان کے فسادات اور اس کی تباہ کاریاں چونکہ حد سے بڑھ کر ہیں اور مسلمانوں کی انحریت ان میں بتلائیے، اس لئے قرآن اور حدیث میں اس پر بار بار شبیہ کی گئی اور سخت سے سخت و عیدین سنائی گئیں۔

(۲) **يَوْمَ تَشَهِّدُ عَلَيْهِمُ الْمُنْتَهَمُونَ وَإِيمَانُهُمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
يَوْمَئِذٍ يُوَفَّىٰهُمُ اللَّهُ دِينُهُمْ الْحَقُّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمَبِينُ**

(۲۳-۲۵:۲۳)

فرماتے ہیں کہ دنیا میں انسانوں کی زبانیں جو کچھ بولتی رہتی ہیں اور ان کے ہاتھ جو کچھ کرتے ہیں اسی طرح پاؤں جو کچھ کرتے ہیں ان تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قوت گویاں دیں گے پھر یہ اعضاء اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی اپنی حرکات اور اپنے فسادات کی از خود شہادت دیں گے کہ ہمارے ذریعہ یہ یہ کام کئے گئے اور یہ یہ فسادات برپا کئے گئے پھر اللہ تعالیٰ انہیں اپنے کئے کی پوری پوری سزا دیں گے۔ اس لئے قرآن اور احادیث میں بار بار شبیہ کی جارہی ہے کہ دنیا میں مہلت ہے ابھی سے سنبھل جاؤ، ابھی سے سدھر جاؤ وہ وقت آنے والا ہے اس سے پہلے پہلے توبہ کرو اور اپنی اصلاح کرو ورنہ کل قیامت کے روز تمہارے اپنے اعضاء ہی تمہارے خلاف گواہ ہونگے۔ یہ اعضاء خود اپنے بارے میں اعتراف کریں گے کہ ہم دنیا میں یہ کچھ کر کے آئے ہیں۔ اس سے بڑھ کر چکی گواہی کیا ہو سکتی ہے کہ مجرم خود اپنی زبان سے جرم کی

شہادت دے۔ یہی مضمون قرآن میں دوسری جگہ اس سے بھی واضح ترین الفاظ میں مذکور ہے، فرماتے ہیں:

۵) وَيَوْمَ يَحْشِرُ أَعْدَاءَ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوا شَهِيدًا
عَلَيْهِمْ سَمِعُهُمْ وَابْصَارُهُمْ وَجَلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَقَالُوا
لَجَلُودِهِمْ لَمْ شَهَدْنَا عَلَيْنَا قَالُوا انطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي انطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ
خَلْقُكُمْ أُولَمْ رَأَيْتُمْ جَهَنَّمَ ۝ (۲۱-۳۷۹)

فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے ہاں چیزی ہو گئی اور حساب شروع ہو گا تو انسانوں کے کام، ان کی آنکھیں اور کھالیں خود شہادت دیں گی کہ اس شخص نے ہمارے ذریعہ سے یہ یہ گناہ کئے تھے یہ منظر دیکھ کر ان لوگوں کو یہ اتعجب ہو گا کہ یہ بے زبان اعضاء کیسے بول رہے ہیں؟ اپنے اعضاء پر غصہ آئے گا اور اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم آج کیسے ہونے لگیں؟ وہ جواب دیں گی کہ اللہ تعالیٰ نے آج ہمیں قوت گویائی دے دی اس پر تعجب کیا ہے؟ وہ اللہ جس نے ہر چیز کو قوت گویائی دی ہے کیا وہ اللہ اس پر قادر نہیں کہ ہمیں بھی قوت گویائی دیے اسی نے ہمیں بھی قوت گویائی دی ہے اور ہم تمہارے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ شیخ فرماتے ہیں: وہ خلقکم اول مرہ والیہ ترجعون۔ وہ اللہ جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا وہ اس پر بھی قادر ہے کہ پھر دوبارہ تمہیں پیدا کرے قبروں سے تمہیں نکال کر حساب لے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ اس وقت کے آنے سے پہلے پہلے اپنی اصلاح کرلو، ایک اور آیت بھی سن لیجئے جس میں زبان کی حفاظت نہ کرنے پر سخت وعید ہے، فرمایا:

۶) تَحْسِبُوهُ هِينَا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ۝ (۲۲-۱۵)

یہ آیت کسی پر بہتان لگانے کے بارے میں ہے زبان کے شادگناہوں میں سے ایک انتہائی خطرناک اور مہنگا گناہ، بہتان تراشی ہے کہ کسی بے گناہ اور بے قصور

انسان پر ناجائز تہمت لگادی جائے کہ یہ اس گناہ میں مبتلا ہے، اس کے متعلق فرمایا: تحسیوہ ہے۔ کہ تم تو سمجھتے ہو کہ ایسے ہی معمولی سی بات ہے یونہی ذرا سی بات سمجھ کر زبان سے چلتی کر دی مگر تمہیں کیا معلوم؟ وہو عند اللہ عظیم۔ جسے تم لوگ خاطر میں نہیں لارہے اور معمولی بات سمجھ کر یونہی اثر اڑا رہے ہو وہ اللہ کے ہاں بہت بڑی بات ہے، بہت بھاری اور بڑی مہلک، اس کی حقیقت قیامت میں کھلے گی جب اس پر وباں سامنے آئے گا۔ انسان غفلت اور بے فکری میں کیا کیا کہہ جاتا ہے۔

یہ آیت سورہ نور کی ہے، میں نے اس مقام سے صرف ایک آیت پڑھی ہے ورنہ اس پورے روکوئے میں کسی پر بہتان لگانے پر سخت وعیدوں کا بیان ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أَمْنَوْا إِلَيْسْخَرْ قَوْمَ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نَسَاءٌ مِنْ نَسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنْ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا النَّفْسَ كُمْ وَلَا تَأْبِرُوا بِالْقَابِ بِنَسْ الْأَسْمَ الْفَسُوقَ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتَبَّعْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (۳۹-۴۰)

اس آیت میں زبان کے تین بہت بڑے گناہوں کا بیان ہے:

۱ کسی کامہ اق ازانہ۔

۲ کسی کو طمعتہ دیتا۔

۳ کسی کو کوئی بر القب درینا۔

آخر میں ان گناہوں سے توبہ نہ کرنے والوں کو سخت وعید سنائی: فاولئک ہم الظالمون۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أَمْنَوْا إِلَيْسْخَرْ كَثِيرًا مِنَ الظُّنُنِ إِنْ بَعْضَ الظُّنُنِ إِلَّا جُنُونٌ وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بِعِصْمَاءِ بَعْضٍ أَيْ حَبْ أَحَدٌ كُمْ إِنْ يَأْكُلْ لَحْمَ أَخِيهِ مِنْ تَافِكَرٍ هُنْمُوْهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَابٌ حَكِيمٌ﴾ (۳۹-۴۱)

اس آیت میں بھی زبان کے تین بہت بڑے گناہ باتیں:

۱ بدگانی کرنا۔

۲ تجویس کرنا۔

۳ نسبت کرنا۔

پھر ایسے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کو ختم عذاب سے ڈرایا ہے۔

۶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کبھی انسان زبان سے ایک برا کلمہ نہ لاتا ہے اسے معلوم بھی نہیں ہوتا کہ اس کا انعام کیا ہے؟ اس کی محنت سے قیامت تک کیلئے اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب لکھ دیا جاتا ہے (مولانا مک، احمد، ترقی)

۷ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبان سے ایک بات صادر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے ایسا کلمہ کہہ دیا کہ اگر وہ سندھ میں ڈال دیا جائے تو اس کا پورا پافی خراب کروئے (احمد، ابو داؤد، ترقی)

۸ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دین کے اركان اور وسرے بہت سے احکام بنانے کے بعد ارشاد فرمایا: کیا اب تمہیں ان احکام کا اب لباب اور ان کا انھم ترین جزء سہتا ہو؟ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑ لی اور فرمایا:

﴿کف علیک هذا﴾

”اسے اپنے قابو میں رکھو۔“

غلط جگہ استعمال نہ ہونے دو۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعجب سے پوچھنے لگے: یا رسول اللہ! کیا ان زبانی باتوں پر بھی ہم سے موآخذہ ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معاذ! تمہاری ماں گم کرے (کلمہ تسبیہ ہے) قیامت کے دن زبانوں کی کھیتوں کی وجہ سے لوگ اونٹھے منہ جہنم میں پھینکے جائیں گے۔“

یہ زبان سے انکی ہوئی باتیں جنہیں لوگ کوئی اہمیت نہیں دیتے ہے سوچے سمجھے
بوتلے رہتے ہیں ان باتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسانہ الدستہم سے
تعییر فرمایا کہ یہ زبانوں کی کھیتیاں ہیں جو وہ دنیا میں بورے ہے ہیں اور آخرت میں جا کر ان کا
پھل پائیں گے۔ پھر زبان کی وجہ سے جہنم میں جانے والوں کا انعام بھی کیا ہو گا کہ
دوسرے عام جنتیوں کے بر عکس یہ اوندھے منہ جہنم رسید کے جائیں گے۔

(۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: من کان یؤمن باللہ و الیوم الاخر
فليقل خير او ليسك (معنی عین)

جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ بولے تو اچھی بات بولے اور اگر
کوئی اچھی بات ذہن میں نہیں آتی تو خاموش رہے بولے ہی نہیں۔

اس حدیث کی تفہیل کے لئے حضرت امام عظیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی انگوٹھی پر
جملہ کندہ کروار کھاتا ہے:

﴿قُلْ الْخَيْرُ وَالْفَاسِدُ كُلُّهُ مُنْكَرٌ﴾

کہو تو اچھی بات کہو بھائی کی بات زبان سے نکالو ورنہ خاموش رہو۔ کوئی اچھی بات
نہیں سو جھتی تو رہنے دو تمہارے بولنے سے نہ بولنا ہی بہتر ہے۔

انگوٹھی پر کندہ کروانے میں حکمت یہ تھی کہ چونکہ انگوٹھی ہر وقت پہنچ رہتے تھے
اس لئے اس حقیقت کا استحضار رہتا تھا۔

انگوٹھی پہنچنے کا مسئلہ:

مرد کے لئے انگوٹھی پہنچنا دو شرطوں سے جائز ہے ایک یہ کہ چاندی کی ہو سونے یا
کسی دوسری دھات کی جائز نہیں۔ دوسری شرط یہ کہ پانچ ماشے سے کم وزن کی ہو۔ ان
دو شرطوں کے ساتھ بھی بلا ضرورت نہ پہنچنا بہتر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،
خلفاء مسلمین اور ائمہ دین ہر لگانے کی ضرورت سے پہنچتے تھے۔

خواتین کے لئے نہ کسی وحات کی قید ہے نہ کسی وزن کی۔ جس وحات کی چاہیں اور جتنے وزن کی چاہیں پہن سکتی ہیں۔ عام طور پر مشہور ہے کہ خواتین کے لئے انگوٹھی سونے چاندی کے سوا کسی دوسری وحات کی جائز نہیں لیکن حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور یہی راجح ہے۔ اس کی تفصیل احسن الفتاویٰ کی دسویں جلد میں ہے۔

پہلے زمانے میں مہر پر نام لکھوانا ضروری نہ تھا بلکہ اپنی خاص علامت کے لئے جو چاہتے تھے لکھوایتے تھے، امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مہر لگانے کی انگوٹھی پر یہ الفاء لکھوائے تھے، آپ کی بصیرت دیکھنے کے حدیث پر عمل کرنے کا کیسا انوکھا طریقہ اختیار فرمایا۔ زبان کی حناۃت کرتا اسے ہر وقت قابو میں رکھنا چونکہ بہت مشکل ہے اس لئے اس کی یہ تدبیر اختیار فرمائی کہ اپنی مہر کی خاص علامت کے طور پر انگوٹھی پر لکھنے کے لئے اس نصیحت کا انتخاب فرمایا، انگوٹھی ہاتھ میں ہے اور با تھوڑا توہر وقت ساختہ ہی لگا ہوا ہے جیسے ہی ہاتھ پر نظریہ سبق تازہ ہو گیا کہ ارسے! کہو تو اچھی بات کہ ورنہ خاموش رہے خاموش اگویا چھوٹی ای انگوٹھی چھبھوڑ جنہوڑ کر انگلی پکڑ پکڑ کر کہہ رہی ہے کہ بولتا ہے تم صحیح بات بولو ورنہ خاموش رہو۔

(۱۵) ایک صحابی نے پوچھایا رسول اللہ! آپ مجھ پر سب سے زیادہ خوف کس چیز کے محسوس فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑلی اور فرمایا: هذا۔

(احمد، ترمذی، حاکم)

اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا: "اس کا" یعنی سب سے خونداک اور خطرناک چیز زبان ہے اس کے نتیجے سے پچو۔

(۱۶) ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھایا رسول اللہ انجات کا راستہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿اعمل ک علیک لسانک﴾ (احمد، ترمذی)

”اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔“

زبان کا خطرہ سب سے زیادہ ہے اس کے فساد سے ہوشیار رہو۔

(۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿مِنْ صَمْتَ نَجَاهُ﴾ (صریح، دادی، ترقی)

”جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔“

جو شخص خاموش رہنے کی عادت ڈال لے بلکہ ضرورت زبان نہ کھولے وہ دنیا کے تمام فسادات اور فتنوں سے بھی بچ جائے گا اور آخرت میں جہنم کے عذاب سے بھی بچ جائے گا۔ دنیا و آخرت کی تمام پریشانیوں سے اور ہر عذاب سے بچنے کا گرتادیا:

﴿مِنْ صَمْتَ نَجَاهُ﴾

”جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔“

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیفیت:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں گئے اور وہ کھا کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زبان کو پکڑ کر کھینچ رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دیکھ کر حیران ہوئے اور پوچھنے لگے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ فرمایا کہ زبان کو تسبیہ کر رہا ہوں اس کے فسادات بہت زیادہ ہیں یہ ہر فتنہ کی جڑ ہے۔

(ابن القیم، ابو بکر، مل الداری، شعب الحیثی)

ذر اسوچے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کتنا اوپنچا مقام ہے کتنا بڑا مرتبہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت میں سب سے اوپنچا مرتبہ آپ کا ہے،

اس کے باوجود آخرت کا خوف ایسا غالب تھا کہ زبان کو پکڑ کر کھینچ رہے ہیں۔ اسی سے اندازہ کر لجئے کہ زبان کا فتنہ اس کے فسادات اور خطرات کتنی اہمیت رکھتے ہیں؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا انسان بھی ان فسادات سے اپنے آپ کو مامون

نہیں سمجھتا بلکہ ان سے ڈر رہا ہے اور کانپ رہا ہے اور تہائی میں زبان کو پکڑ کر کھینچ رہا ہے۔ جب ایسے حضرات بھی زبان کے فتنے سے غافل نہیں تھے اور اس سے بچنے کی تدبیریں کیا کرتے تھے تو سوچے اہم رکھا بنتے گا۔

(۱۲) ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: من يضمن لى هابين لحبيه وما بين رجليه اضمن له الجنۃ (بخاری)

جو شخص مجھے دوچیزوں کی خہانت دے میں اس کے لئے جنت کا خاصاً ہوں وہ ضرور جنت میں جائے گا دوچیزوں کیا ہیں؟ ایک تو وہ چھوٹا سا عضو جو دوچیزوں کے درمیان ہے وہ سرا جو وورا نوں کے درمیان ہے، ان دوچیزوں کی کوئی حفاظت کرنے تو میں اس کے لئے جنت کا خاصاً ہوں۔ ان دونوں کی تخصیص شاید اس وجہ سے فرمائی کہ ایک تو دونوں کے خلاف بہت ہیں وہ سرے یہ کہ زبان کی حفاظت نہ کرنا نتیجہ برآ اوقات یہ نکتا ہے کہ زبان سے انسان ایک گناہ کی بات نکالتا ہے اور وہ تجاوز کرتے کرتے شر مگاہ تک پہنچ جاتی ہے۔ زبان سے ذرا اسیکی بات کہی تھی مگر نوبت بد کاری تک پہنچ گئی مثلاً بالاضرورت کسی غیر محروم سے بات کی اور اس کا اول پر را اٹھا گیا، اس لئے بات بڑھاوی ایک سے دوسری بات دوسری سے تیسری بات اس طرح چلتے چلتے آخر نوبت بد کاری تک آگئی ۔

نَ تَهَا عَشْ از دیدارِ خیزد
بَا كیم لعْن از گفتارِ خیزد

عش قیش بد نظری سے ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ بھی باتیں سننے سے بھی عشق پیدا ہو جاتا ہے، صرف آواز سننے سے ہی انسان کے اندر لوٹی جذبات ابھرتے ہیں اور عشق پیدا ہو جاتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے: بسا کیس دولت از گفتار خیزد۔ عشق کی دولت بھی آواز سننے سے مل جاتی ہے۔ شاعر عشق کو دولت سے تعبیر کر رہا ہے، اس کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہئے کہ اس نے عشق سے مراد عشق حقیقی یا ہو گائیں اللہ تعالیٰ کا عشق اس

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق اور اللہ والوں کا عشق۔ ان حضرات کی باتیں سننے سے ہی عشق کی آگ پیدا ہو جاتی ہے۔ قرآن سننے سے اللہ تعالیٰ کا عشق دل میں پیدا ہوتا ہے۔ احادیث سننے سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق پیدا ہوتا ہے اور اللہ والوں کی باتیں سننے سے بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق پیدا ہوتا ہے اس لئے کہ اللہ والوں کی باتیں ان کی جیب سے تو ہوتی نہیں وہ بھی حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول کے ہی کی باتیں ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کی باتیں سننے سے بھی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ عشق پیدا ہوتا ہے پھر ان باتوں کے طفیل خود ان اللہ والوں سے بھی عشق پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کے لئے یہ دولت مقدار فرمادیں۔ مگر میں نے شعر میں دولت کو لعنت سے بدل دیا، اس لئے کہ اس وقت مضمون جو چل رہا ہے وہ اللہ کی محبت کا نہیں بلکہ عشق غبیث کا موضوع چل رہا ہے۔ زبان کی خاشیتیں اور اس کے فسادات بتارہاں ہوں اس لئے شعر میں ترمیم کر کے میں نے ”دولت“ کی بجائے ”اعنت“ لکا دیا۔ مخلوق کی محبت جو انسان کی دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کر دے، محبوب حقیقی کو ناراض کر دے وہ لعنت نہیں تو اور کیا ہے یہ کوئی دولت نہیں بلکہ لعنت کا طوق ہے اس لئے میں نے شعر کو بدل کر بیوں پڑھا۔

نہ تباہ عشق از دیدار خیزد
بما کیس لعنت از گفتار خیزد

فضول باتیں کرنے کا دیوال میں بتارہا تھا کہ اس کے مغامد میں سے ایک برا منسد ہی بھی ہے کہ اس سے معاشرہ پیدا ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں دنیا و آخرت دونوں کی تباہی اور بادی کے مشاہدات ہو رہے ہیں۔

امہمات المؤمنین کوہدایت:

چونکہ یہ آواز کام سکے بڑے بڑے فتوں کا پیش خیمد بن جاتا ہے اس لئے قرآن

مجید میں اللہ تعالیٰ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بدایت فرماتے ہیں:

﴿فَلَا تَخْضُنَ بِالْقُولِ فِي طَمْعِ الدُّنْيَا فِي قَلْبِهِ مَرْضٌ وَقَلْنٌ قَوْلًا﴾

معروف اپاٹ (۳۲-۳۳)

فرماتے ہیں کہ کبھی کوئی صحابی کسی دینی ضرورت سے آگر پس پرداز تھم سے کوئی ضروری بات کرے یا دینی مسئلہ پوچھے تو جواب کس انداز سے دیں، فرمایا: فلا ت الخضعن بالقول۔ مسائل کے جواب میں کوئی ضروری بات کرنی پڑے تو آواز میں کسی قسم کی پچت آنے دیں بلکہ کرخت لمحے میں بات کریں اگر آواز میں زراسی پچت ازی اسکی تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا: فيطمع الذي في قلبه مرض۔ جس کے دل میں مرض ہے وہ طمع کرنے لگے گا یعنی کوئی بدنباد منافق جس کے دل میں خباثت بھری ہے نفاق کا مرض ہے وہ عورت کی پچدار آواز سن کر دل میں یہ لمحہ کرنے لگے گا کہ شاید یہ عورت تھی چاہتی ہے اور میری طرف مائل ہو رہی ہے۔ اس شیطانی خیال کی جڑ کا نتے کے نتے ارشاد فرمایا: فلا ت الخضعن بالقول۔ آواز میں نرمی اور پچت آنے دیں بلکہ کرخت لمحے میں بولیں جسے سنتے والاسن کرڈ رجاء اگر وہ دو بائیں کرتا چاہتا تھا تو ایک بات کر کے ہی لوٹ جائے اور نفس و شیطان کو دخل انداز ہونے کا کوئی موقع نہ مل سکے۔ بیباں یہ سوچئے کہ یہ بدایت کس کو دی جا رہی ہے؟ دنیا کی عام عورتوں کو نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جن کی پاک دامنی کی اللہ تعالیٰ خود شہادت دے رہے ہیں بلکہ جن کو پاک کرنے کا خود ذمہ لے رہے ہیں:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيذَهِبَ عَنْكُمُ الرِّجَسُ أَهْلُ الْبَيْتِ وَيُظَهِّرَ كُمْ

تطهیرًا﴾ (۳۳-۳۴)

ہمایہ دنیا میں ان سے بڑھ کر پاک دامن کون ہو گا؟ دوسرا شرف یہ ہے کہ وہ پوری

امت کی میں یہ اس کی شہادت قرآن دے رہا ہے:

(النَّسِيْ اولیٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنَ النَّفْسِهِمْ وَأَرْوَاحِهِمْ) ﴿۱﴾

(۲-۳۳)

تجی کی ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں یہ تو مسلکہ کے روپیلو ہونے تیرا پہلو ہیں کہ ازواج مطہرات کو گفتگو کے متعلق جو اتنی سخت ہدایت دی جا رہی ہے ان کے مخاطب کون ہوتے تھے؟ کون لوگ پروردہ کی اوث میں آگر ان سے ضروری گفتگو کرتے مسائل پوچھتے؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن کے شرف و تقدس اور بزرگی کا یہ عالم ہے کہ ملاں کہ بھی ان پر رشک کریں فرمایا: رضی اللہ عنہم و رضوانہ۔ ان سے راضی ہونے کی اللہ نے شہادت دے دی۔ گویا دنیا میں ہی انہیں جنت کا نکٹ دے دیا:

(وَكَلَا وَعْدَ اللَّهِ الْحَسْنِي) ﴿۱۰-۵﴾

اللہ تعالیٰ نے سب صحابہ کے ساتھ پیتری کا وعدہ کر لیا ہے تمام صحابہ کے ساتھ کوئی یہ نہ سمجھے کہ جنت کا وعدہ فقط عشرہ مبشرہ کے لئے ہے۔ ان دس صحابہ کو عشرہ مبشرہ کا لقب اس لئے دیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو ایک ہی مجلس میں جنت کی بشارت دے دی تھی اس لئے ان کا نام عشرہ مبشرہ پڑ گیا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ جتنی ہیں سب کے سب مبشرہ ہیں مبشرہ، سب کے لئے جنت کی بشارت ہے: وَكَلَا وَعْدَ اللَّهِ الْحَسْنِي۔ اللہ نے سب کے ساتھ پیتری کا وعدہ کر لیا ہے۔

بال توبات زبان کی چل رہی تھی کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہدایت دی گئی کہ غیر محروم سے بضرورت بات کرنی پڑے تو کرخت ابجد اختیار کریں، میں نے اس کی تفصیل بتا دی کہ یہ حکم کن کو دیا جا رہا ہے؟ ازواج مطہرات کو جو نص قرآن کی رو

سے امت کی مائیں ہیں اور بات کرنے والے کون؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو سارے کے سارے مبشرہ ہیں پھر بات کس قسم کی؟ دینی مسائل یا کوئی اعتماد اور ضروری بات ان سب باتوں کے باوجود حکم دیا جا رہا ہے کہ جب بات کریں تو آئندے سامنے نہیں بلکہ پس پردہ کریں اور کریں بھی کس انداز سے؟

فلات خضع بالقول۔ آواز میں کسی قسم کی چیک ن پیدا ہونے دیں۔ وراسو جسیں کہ اہمات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن کا اتنا اونچا مقام ہے اس قدر فضائل و مناقب ہیں تو کیا وہ بھی پلدار لمحے میں اور اس انداز سے چاچا کربات کرتی ہو گئی جیسے آج کل کی بے دین اور بد معاش عورتیں کرتی ہیں جو لوگوں کو اپنی جانب مالک کرنے کے لئے انہیں پھنسانے کے لئے عجیب عجیب چالیں اختیار کرتی ہیں اپنے لباس اپنی چال ڈھان، اپنے انداز گفتگو، غرض ہر چیز سے گناہ کی دعوت رتی ہیں تو کیا معاذ اللہ! ازدواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی گفتگو میں دور دور تک بھی اس قسم کا کوئی اختیال تھا؟ ہرگز نہیں۔ پھر اشکال ہوتا ہے کہ جس چیز کے وقوع بلکہ امکان کا بھی دور دور تک کوئی اختیال اور اندازہ نہ ہو اس سے ممانعت کا کیا قائدہ؟ آخر اللہ تعالیٰ ازدواج مطہرات کو ایسی چیز سے کیوں منع فرمائے ہیں جس سے وہ یکسریاں ہیں جس کے آئندہ پیدا ہونے کا بھی کوئی اختیال نہیں؟ اس اشکال کا جواب ذرا بھیں اور عبرت حاصل کریں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ مرد اور عورت کی آواز میں فرق ہے، مرد کی آواز عموماً خخت اور کڑک ہوتی ہے لیکن عورت کی آواز میں قدرتی طور پر چک اور نرمی ہوتی ہے، دوران گفتگو اس کے دل میں برائی کا کوئی خیال نہ ہو تو بھی اس کی آواز میں قدرتی چک اور ایک کشش ہوتی ہے جو مرد کو اپنی طرف کھینچتی ہے اس کے دل پر اثر انداز ہوتی ہے اس لئے قرآن یہ ہدایت دے رہا ہے کہ آپ کا دل تو پاک ہی ہے اس میں گناہ کا کوئی خیال اور سوسہ تک بھی نہیں لیکن یہ جو قدرتی چک اور زنانہ پن ہے دوران گفتگو اسے بھی ختم کریں اور بتکلف کر خخت ہو جو اختیار کریں۔

خلاصہ یہ نکا کہ فضول گوئی یعنی بلا ضرورت کوئی بات زبان سے نکال دینا کوئی معنوی گناہ نہیں بلکہ اسی خطرناک چیز ہے کہ پسا وفات یہ بد کاری کا پیش خمہ بن جاتی ہے، کسی غیر حرم سے بلا ضرورت ایک بات کرنا زنا کا شیخ ثابت ہوتا ہے اس سے معاشرہ پیدا ہوتا ہے اور نوبت بد کاری تک پہنچ جاتی ہے اس لئے زبان کی حفاظت بہت ضروری ہے۔

مؤمنین کی صفات:

(۱۸) قد افلح المؤمنون ﴿الذین هم فی صلاتہم خشعون﴾ والذین هم عن اللغو معرضون ﴿والذین هم للنکوۃ فعلون﴾ (۲۳-۲۵)

فرمایا: قد افلح۔ بے شک کامیاب ہو گئے، کون کامیاب ہو گئے؟ ان کی صفات سننے سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو کامیاب قرار دیں وہ دونوں جہانوں، میں کامیاب ہوتے ہیں ان کی دنیا بھی سورجاتی ہے آخرت بھی یہ تامکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کامیاب و کامران قرار دیں اور اس کی کامیابی او ہماری ہو۔ بیباں بھی یہیں مراد ہے کہ بے شک دونوں جہانوں میں کامیاب ہو گئے، کامیابی سے مراد دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جن کو ناکام قرار دیں تو اس سے مراد بھی پھر کسی موقع پر دو ٹکا اس وقت تو زبان کے مفاسد اور اس کے فتنے بیان کر رہا ہو۔ اب ان آیات کا مطلب سمجھ لجئے، فرمایا: قد افلح۔ لفظ قد عربی میں تاکید کے لئے آتا ہے مطلب یہ کہ جو بات بیان کی جارتی ہے وہ یقین ہے آگے: افلح بھی صیغہ ماشی ہے جو تھیں و تاکید کے لئے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے یہمار حمت اور بندوں پر بے انتہاء شفقت دیکھیں کہ بندوں کو یقین دلانے اور انہیں قابل کرنے کے لئے تاکید و تاکید کے انداز میں فرمائے ہیں کہ یقین پھر یقینی بات ہے کہ ان آیات میں جو صفات گتوں ایں

جاری ہیں ان صفات سے متصف ہندے ہی و نیا و آخرت میں کامیاب ہیں، وہ ہندے کون ہیں؟

﴿الذین هم فی صلوٰتہم خشعون﴾

وہ لوگ جو نماز خشوع سے پڑھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف پورے یکسو اور متوجہ ہو کر تمام آداب ظاہر و باطنہ کی رعایت رکھتے ہوئے مکمل طور پر اللہ کے ہندے بن کر اللہ کے سامنے ہٹرے ہوتے ہیں۔ کامیاب ہندوں کی ایک صفت تو یہ ہوتی آگے دوسری صفت منئے:

﴿وَالذین هم عَنِ الْلَّغُو معرضون﴾

یقیناً پھر یقیناً وہی ہندے کامیاب ہیں جو لغویات سے بچتے ہیں۔ آگے تیری صفت:

﴿وَالذین هم لِلزَّكُوهُ فَعلون﴾

اللہ کے وہ ہندے جو زکوٰۃ بیشہ ادا کرتے ہیں۔ فعلون ایم فائل کا صیغہ ہے کہ بیشہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں کبھی اس میں غفلت نہیں کرتے۔ قرآن و حدیث میں نماز اور زکوٰۃ کو جگہ جگہ ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ اردو میں یوں مشہور ہو گیا: نماز روزہ حج زکوٰۃ، زکوٰۃ کو روزہ اور حج کے بعد لاتے ہیں حالانکہ نماز کے ساتھ اس کا ذکر ہونا چاہئے مگر اس سب سے آخر میں لاتے ہیں۔ ایسا کہنا اگرچہ جائز ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ترتیب بیان فرمائی ہے اس کے مطابق کہ نماز بڑھتے ہے۔ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کروہ یہ ترتیب یونہی کوئی اتفاقی بات نہیں بلکہ اس میں بڑی حکمتیں ہیں اس وقت یہ حکمتیں بیان نہیں کرتا کہ موضوع دوسرا چل رہا ہے بہر حال اصل ترتیب یوں ہے۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج۔ آپ لوگ بھی یوں لائے اور لکھنے میں یہ ترتیب بخوبی رکھیں۔ عوام چونکہ زکوٰۃ دینے سے بہت

ذرتے ہیں مال خرچ کرتے ہوئے آج کے مسلمان کی جان نکلی ہے شاید اس لئے یہ اٹی ترتیب مشہور کروی، زکوٰۃ کو پچھے کر دیا ورنہ اصل ترتیب تو یوں ہے: نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج۔ قرآن و حدیث میں یہی ترتیب بیان کی گئی ہے عموماً نماز اور زکوٰۃ کو سمجھا کر کیا گیا ہے اس لئے انہیں "قرینات" بھی کہا جاتا ہے، قرینات کے معنی ہیں دو ساقی۔ چونکہ دونوں کا ذکر ایک ساتھ آتا ہے اس لئے ان کا نام "قرینات" پڑ گیا۔ اب آگے اصل نکتہ سننے کے یوں تو عموماً نماز اور زکوٰۃ کو ایک ساتھ ذکر کیا جاتا ہے لیکن یہاں اس کے خلاف کیا گیا۔ انہار ہویں پارے کے شروع میں سورہ مومنون کی ایتہ ائمیٰ آتیں جو میں اُن پڑھیں ان میں نماز اور زکوٰۃ کے درمیان ایک تیسری چیزوٰ کر کی گئی ہے وہ یہ کہ کامیاب ہونے والے اللہ کے بندے وہ ہیں جو لغویات سے بچنے والے ہیں۔

اسی طرح دوسری جگہ قرآن مجید میں مشورے کی آیت کو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان میں لا یا گیا ہے یہ آیت سورۃ شوریٰ میں ہے ان دونوں مقالات میں نماز اور زکوٰۃ کے درمیان قابلہ ذاتے میں حکمت لغویات سے بچنے اور مشورہ کی اہمیت کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کرنا ہے کہ یہ دونوں چیزیں اس قدر مہتمم پاشان اور لا اُن اعتماء ہیں کہ نماز کے بعد زکوٰۃ کا ذکر روک کر درمیان میں انہیں جگہ دی گئی پھر ان کے بعد زکوٰۃ کا ذکر کر کیا گیا اور نہ آپ جہاں بھی ویکھیں نمازو زکوٰۃ کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

مشورہ کی اہمیت و عظیٰ "استخارہ و استشارہ" میں دیکھ لجئے۔ لغو اور فضول گوئی سے بچنا اس قدر اہم اور ضروری ہے کہ دنیا و آخرت کی کامیابی اس پر موقوف ہے۔ یہاں لغو کا مطلب بھی سمجھتے جائیے کہ ہر وہ کام اور کلام جس کا نہ کوئی دنیوی فائدہ ہو نہ اخروی، عظیمند انسان تو اپنی آخرت کو مد نظر رکھتا ہے اگر کسی کام میں آخرت کا فائدہ نہ ہو تو کم از کم دنیا کا فائدہ ہی سوچ لے لیکن جس میں کسی قسم کا فائدہ نہ ہو دنیا کا نہ آخرت کا تو یہ فضول اور لغو ہے۔ مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس سے اعراض کرے اور دو رہے یہ اتنا بڑا آنہ ہے جس کی اہمیت جانے کے لئے اللہ نے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان

اسے بیان فرمایا۔

معیاری مسلمان:

لغو اور لایعنی سے نچنے کی تاکید کے بارے میں یہ تو قرآن کا بیان تھا آگے حدیث
بھی سن لجھے:

(۱۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ حَسِنَ إِسْلَامَ الْمُرِءَ تُرْكَهُ مَا لَا يَعْنِيهِ﴾ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

اسلام کا دعویٰ تو بہت لوگ کرتے ہیں لیکن یہ کیسے معلوم ہو کہ اس دعیٰ کا اسلام
اللہ کی تصریح میں پسندیدہ بھی ہے یا نہیں؟ اس حدیث میں اس کا معیار بیان فرمادیا کسوٹی
 بتا دی کہ پرکھ کر ہر شخص خود فیصلہ کر لے کہ اس کا اسلام اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے یا
 ناپسندیدہ ورنہ اسلام کا دعویٰ تو ہر شخص کرتا ہے ۔

وَكُلَّ يَدْعَى وَصَلَّى بِلِيلِي

وَلِيلِي لَا تَقْرَبْ لَهُمْ بِذَا كَا

لیلی سے عشق کے دعوے تو سب ہی کرتے ہیں مگر ذرا میلی سے بھی تو پوچھو کوہ در
بھی ان دعووں کو مانتی ہے یا نہیں؟ ایسے گھر بیٹھے دعوے کرنا تو آسان ہے یعنی حال عشق
مولیٰ کا ہے کہ اللہ سے عشق و محبت کے دعوے تو ہر شخص کرتا ہے جو شخص بھی کلد گو اور
مسلمان ہے اسے اللہ سے عشق کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کا عاشق ہے مگر ذرا مولیٰ سے
بھی تو پوچھیں کہ وہ کیا کہتا ہے؟ سورۃ العنكبوت کے شروع کی آیات بار بار بتاتا رہتا ہوں
ان میں معیار بیان کیا گیا ہے کہ کس کا ایمان اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور پسندیدہ ہے اس
کی تفصیل و عط "ایمان کی کسوٹی" میں دیکھ لیں۔

حدیث میں معیار بتا دیا گیا کہ انسان کے اسلام کی خوبی اس میں ہے کہ لایعنی کام و

کلام چھوڑ دے، بس یہ ہے معیار جس مسلمان کو دیکھیں کہ اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے ایسی فضول باتوں سے احتراز کرتا ہے جن میں اسے دین و دنیا کا کوئی فائدہ نہیں تو مجھے لیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پسندیدہ ہے اور یہ اپنے دعوائے اسلام میں سچا ہے مگر ایسے مسلمان تو کہیں خال ہی ملتے ہیں۔ عام لوگوں کی حالت کیا ہے؟ بیکار باتوں کے بغیر ان کا وقت ہی نہیں گزرتا، یہ گناہ گویا ان کی غذاء بن چکا ہے، جس کے بغیر وہ زندہ ہی نہیں رہ سکتے۔

جھوٹوں کا بادشاہ:

یہ اپریل فول نہ جانے کیاعت ہے؟ سن ہے یہ انگریزوں کے جھوٹ بولنے کا دن ہے یوں تو جھوٹ بولتے ہی ہیں ان کا ذمہ ہب ہی جھوٹ کا مجموعہ ہے مگر یہ اپریل فول سن ہے جھوٹ ہتی کے لئے مخصوص ہے۔ اس میں جھوٹ بولنے کا مقابلہ کرتے ہیں کہ جس قدر جھوٹ بول سکتے ہو آج بول لو۔ کہتے ہیں اس دن جھوٹ بولنے کا مقابلہ ہوا ہر ایک نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کسی نے کہا میں نے ہاتھی کو لوئے میں بند کرو یا کسی نے اس سے بھی بڑھ کر جھوٹ بولا مگر تمام جھوٹوں میں اول نمبر وہ شخص آیا اور تمام جھوٹوں کا بادشاہ قرار پایا جس نے کہا کہ میں نے ایک جگہ دو عورتیں دیکھیں لکھی بیٹھی تھیں مگر تھیں خاموش ایہ اول نمبر قرار پایا اس کو انعام بھی ملا ہو گا کہ اس نے اتنا بڑا جھوٹ بول دیا جس کی دنیا میں مثال نہیں ملتی۔ عورتیں کہیں مل کر بیٹھیں اور خاموش رہیں؟ یہ تو ناممکن ہے۔ تو یہ پہلے زمانہ کی بات ہے آج کل کے مردوں کا بھی یہی حال ہے۔ کہیں مرد مل بیٹھیں اور خاموش رہیں یہ ناممکن ہے اور ایسی بات کہتے والا بھی اول نمبر کا جھوٹا ہو گا۔ آج کل کے مردوں اور عورتوں میں کوئی فرق نہیں رہا۔ مردوں نے خصلتیں تو عورتوں والی اختیار کر ہی لی تھیں، شکل و صورت کا جو قدر تی فرق تھا وہ بھی انہوں نے ڈاڑھی منڈا کر ختم کر دیا۔ اب معاملہ صاف ہو گیا صورت بھی عورتوں کی سیرت بھی

عورتوں کی دونوں میں کوئی فرق نہیں رہا، تو من شدی من تو شدم۔ اس شخص کو کافی سوچ بچار کے بعد یہ جھوٹ سو جھاہو گا مگر اب یہ امتحان آسان ہو گیا ہے اس میں کامیاب ہونا بلکہ اول آتا کوئی مشکل نہیں رہا اگر آپ بھی خدا نجاستہ اپریل قول کے مقابلہ میں بھی شریک ہوں اور یہ کہہ دیں کہ میں نے دو مردوں کو ایک جگہ خاموش بیٹھے دیکھا تو آپ بھی اول آجائیں گے۔ آج کے دور میں یہ ممکن ہی نہیں کہ لوگ خاموش بیٹھے سکیں جہاں کہیں بیٹھیں گے کچھ نہ کچھ بولتے ہی رہیں گے زبان چلتی ہتی رہے گی۔ کان کھول کر سن لججے اگر آپ مسلمان ہیں اور یہ معلوم کرتا چاہتے ہیں کہ آپ کا اسلام اللہ کے ہاں قبول ہے یا نہیں؟ آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور پسندیدہ ہیں یا نہیں؟ تو خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ معیار پر لا کر پر کھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معیار ارشاد فرمایا ہے کہ لغو کلام اور کام سے مکمل احتراز کریں۔ اگر آپ کی زبان فضول اور لغو گوئی سے پاک ہو گئی تو آپ کا اسلام پسندیدہ ہے اس پر شکر اداء کریں ورنہ آپ اسلام کے ہزار دعوے کریں ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح ایک دوسری روایت میں یہ پرکھنے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے راضی ہیں یا نہیں؟ یہ معیار بیان کیا گیا:

(۲۰) علامۃ اعراءہ تعالیٰ عن العبد اشتغالہ بہملا یعنیہ (مکتبات امام ربانی)

بندہ سے اللہ تعالیٰ کے ناراضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ ایسے کام یا کلام میں مشغول ہو جائے جس میں اس کانہ دنیا کا فائدہ ہوتا ہے اس کا فائدہ۔ کسی کو اس طرح لامتنی میں مشغول رکھیں تو سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراضی ہیں اور یہ لامتنی میں اشتغال اس پر اللہ کا عذاب ہے اگر اللہ تعالیٰ راضی ہوتے تو یہ اس قسم کا ہے فائدہ کلام یا کام کبھی نہ کرتا۔ اتنی سخت وعیدیں اس پر وارد ہیں اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائیں۔

عقلمند لوگوں کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تعریف کی ہے کہیں انہیں اولوا النہی فرمایا ہے کہیں اولوا الالباب اور کہیں اولوا الابصار معنی سب کے ایک ہی

ہیں: "عقل والے فہم و شعور والے" عقلاء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جیسے جیسے انسان کی عقل کامل ہوتی جاتی ہے اس کا کلام کم ہوتا جاتا ہے۔ دونوں کا آپس میں مقابلہ ہے عقل جوں جوں بڑھے گی کلام گھٹتا جائے گا جس کا کلام زیادہ ہو گا اس میں عقل کم ہو گی۔ تجربہ کر کے دیکھے لیجئے۔ پچوں میں چونکہ عقل کم ہوتی ہے اس لئے یوں لئے بہت زیادہ ہیں اور یہی حال عورتوں کا ہے ان کی کم عقلی تجربہ و مشاہدہ کے علاوہ حدیث سے بھی ثابت ہے۔ اسی لئے یہ باتیں بہت زیادہ کرتی ہیں۔ اسی طرح پاگلوں کو دیکھے لیجئے ان میں عقل کی ہی کم نہیں بلکہ یہ عقل سے عاری ہیں اس لئے ان کی زبان سب سے زیادہ چلتی ہے، ہر وقت بولتے ہیں اور بولتے ہی چلے جاتے ہیں کوئی نہ سے جواب دے نہ دے لیکن ان کا کام ہے بولتے چلے جانا اس لئے عقلاء کا یہ فیصلہ بالکل بجا اور درست ہے کہ جوں جوں عقل کامل ہوتی ہے یوں کام ہوتا جاتا ہے ۔

اذاتم عقل المرأة قل كلامه

فايقن بحمق المرأة ان كان مكترا

جس انسان کو زیادہ بولتے رکھو اس کے حق ہونے کا یقین کرو۔ عقل مند ہوتا تو زیادہ بک بک نہ کرتا صرف ضرورت کی حد تک گفتگو کرتا مگر حماقت سر پر سوار ہے جو اسے چپ نہیں میختنے دیتی بولتے پر مجبور کر رہی ہے ۔

النطق زين والسكوت سلامه

فاذ اذا نطقت فلا تكن مكثرا

ما ان ندامت على سكوتى مرة

ولقد ندامت على الكلام مرارا

نعمت گویائی:

قوت گویائی گو ایک نعمت ہے مگر عالمیت اور سلامتی خاموش رہنے میں ہے۔ لہذا

جب گفتگو کرو تو ضرورت کی حد تک یا لو، بہت باتوںی مت بنو۔ قوت گویائی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، نعمت کا حق یہ ہے کہ اس پر شکر اداء کیا جائے اور اسے صحیح طریقے سے خرچ کیا جائے۔ یہاں تین چیزیں ہیں ایک ہے شکر نعمت دوسرا ہے اسراف اور تیسرا چیز ہے تذیر۔

۱ شکر نعمت تو یہ ہے کہ جہاں استعمال کا موقع ہو وہاں نعمت کو استعمال کیا جائے اگر موقع پر بھی نعمت کو استعمال نہ کرے گا تو یہ ناشکری ہوگی۔ ضرورت کے وقت بھجو، خاموش رہنا غلط ہے بوقت ضرورت بقدر ضرورت بولنا چاہئے۔ ہر شخص کی ضرورت اس کے حالات کے اعتبار سے مختلف ہے مثلاً اگر کوئی بھی پرچھل وغیرہ بیچتا ہے تو اگر وہ پورا دن بھی پچھل فروخت کرنے کے لئے آواز لگاتا رہے تو یہ اس کی ضرورت میں داخل ہے لیکن ایسے لوگوں کو بھی اس پر عمل کرنا چاہئے:

دست بکار و دل بیمار

یعنی ہاتھ تو کام میں مصروف ہیں اور دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہے۔

۲ ضرورت کے موقع پر بولتا تو ہے مگر ضرورت پر اکتفاء نہیں کرتا ضرورت سے زیادہ بولتا ہے۔ ضرورت دو باتوں کی تھی مگر اس نے چار کہہ دیں تو یہ اسراف ہے۔ ضرورت سے زائد گفتگو اگرچہ جائز قسم کی ہو کوئی گناہ کی بات نہ ہو تو بھی اسراف میں داخل ہے۔ یہ بات تو یونہی سمجھانے کے لئے میں نے کہہ دی ورنہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ مسرف اور باتوںی گناہ کی بات کرنے سے بچ جائے اور اس کی ساری باتیں جائز ہی ہوں۔ جب زبان چلتی رہے گی تو جائز ناجائز ہر قسم کی باتیں کرتا ہی چلا جائے گا، بھی نیابت، بھی چغلی، بھی بے جا الزام تراشی عرض جو کچھ ذہن میں آئے گا بلکہ پتا بھی نہ چلے گا کہ کیا کچھ بولتا جا رہا ہے۔ اسراف کی حد میں داخل ہونے کے بعد یہ ناممکن ہے کہ اس کی ساری گفتگو جائز باتوں تک محدود رہے اور ناجائز سے بچ جائے۔

۲ تبدیر ایسی گنگلو کو کہتے ہیں جس کا کوئی موقع اور جواز نہ ہو، گناہ کی بات کرنا تبدیر ہے۔ تبدیر کتنا برا جرم ہے اس کا اندازہ قرآن کی اس وعدے سے کجھے:

فَإِنَّ الْمُبَدِّرِينَ كَانُوا أَخْوَانَ الشَّيْطَنِ وَكَانَ الشَّيْطَنُ لِرَبِّهِ

كُفُورًا ﴿١٢-١٣﴾

تبدیر اتنا برا گناہ ہے کہ اس کے مرکب شیطانوں کے بھائی ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ شیطان کے بھائی ہیں بلکہ: اخوان الشیطین۔ فرمایا کہ یہ لوگ شیاطین کے بھائی ہیں صرف ایک شیطان نہیں بلکہ جتنے یہ ہیں اتنے ہی ان کے ساتھ شیطان لگے ہوئے ہیں۔ شیطان کے بھائی نہیں کیوں فرمایا؟ اس لئے کہ شیطان نے بھی عقل میں تبدیر سے کام لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو یہ سن کر تمام فرشتے تو سجدہ میں گر گئے لیکن شیطان نے اپنی عقل دوڑ رائی حالانکہ عقل ہر جگہ کام نہیں دیتی۔ اس میں اعتدال بھی ہوتا ہے، افراط بھی اور تفریط بھی اس کی تفصیل پہلے سورۃ فاتحہ میں: اهدا الصراط المستقیم۔ کی تفسیر کے تحت بیان کرچکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے پہچانتے میں اللہ تعالیٰ کے وجود میں اور اللہ تعالیٰ کی توحید میں عقل کا استعمال کرنا اعتدال ہے ایسے موقع پر عقل کا استعمال کرنا ضروری ہے لیکن اس سے آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام میں عقل کا استعمال کرنا جائز نہیں۔ یہ عقل کا بے موقع استعمال اور تبدیر ہے۔ شیطان کو اللہ تعالیٰ کے وجود کا بلکہ اس کے احکام الخاکیں ہونے کا بھی پورا لیقین تھا مگر یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے اپنی عقل کی دوڑ شروع کر دی کہ میں تو آدم سے افضل ہوں اسے آپ نے مٹی سے پیدا کیا اور مجھے آگ سے پیدا کیا۔ آگ کا مرتبہ تو مٹی سے زیادہ ہے آگ بخڑکتی ہے شعلہ زن ہو کر اوپر کو جاتی ہے مٹی میں یہ خاصیت نہیں وہ تو اوپر سے نیچے کو آتی ہے میں اعلیٰ ہوں اور آدم مجھ سے اونچی ہے آپ نے اعلیٰ کو حکم دے دیا کہ اولیٰ کے سامنے جھک جائے یہ بات عقل کے خلاف ہے۔ دیکھئے عقل کی تبدیر کا دبیل کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بحث کر رہا ہے کہ ان کے حکم کے مقابلہ میں اپنی

حکمت اور قلقہ بھار رہا ہے۔ یہی حال آج کل کے بے دین لوگوں کا ہے۔ یہ جو اسکوں، کالج کا مسموم طبقہ ہے یہ بھی ہر جگہ عقل کے گھوڑے دوزاتا ہے اور شرعی مسائل میں حکمتیں تلاش کرتا ہے کہ یہ چیز جائز کیوں ہے اور یہ ناجائز کیوں ہے؟ شیطان کے انجام سے عبرت حاصل کیجئے اس نے عقل میں تبذیر سے کام لیا تو نتیجہ یہ کہ قیامت تک کے لئے مردود ہو گیا۔ اسی طرح جو لوگ دوسرا نعمتوں میں تبذیر کرتے ہیں کسی نعمت کا بے موقع استعمال کرتے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ یہ شیطانوں کے بھائی ہیں جو کام شیطان نے کیا وہی کام یہ بھی کر رہے ہیں۔ قوت گویا میں نعمت ہے اور نرمیت ہے۔ اس نعمت کی تاقدرتی نہ کریں بے موقع نہ بولا کریں۔ موقع پر بولیں اور سوچ بھجھ کر بولیں کام کی بات کریں۔ یہ گویاً اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اگر اس میں تبذیر کی بے موقع بولنے لگے تو سوچیں اللہ تعالیٰ کو اگر غصہ آگیا نہ ارض ہو کر انہوں نے اپنی نعمت چھین لینے کا فیصلہ کر لیا مثلاً کوئی کروی یا زبان میں کینسر کی بیماری لگادی تو کیا بنے گا؟ اس بات کو سوچیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کی کوشش کریں اتنی بڑی نعمت کو ضائع کر رہے ہیں۔

بسیار گوئی کا نقصان:

آگے سمجھانے کے لئے شاعر نے اپنا تجربہ بھی بتایا ہے اور یہ حالت ہر شخص پر گزرتی ہے۔

مَا ان ندَمَتْ عَلَى سُكُونِي مَرَةٍ
وَلَقَدْ ندَمَتْ عَلَى الْكَلَامِ مَرَادًا

ایسے حالات کو سوچیں اور نصیحت پڑیں۔ شاعر اپنا تجربہ بتا رہا ہے کہ میں خاموش رہنے پر تو بھی بھی نادم نہیں ہوا کہیں خاموش رہا ہوں اور پھر بعد میں ندامت محسوس کی ہو کے کیوں خاموش رہا؟ ایسا تو بھی نہیں ہوا میں اس کا الٹ ضرور ہوا اور کئی بار ہوا وہ

کیسے؟ ۶

ولقد ندامت على الكلام مرارا
بولنے پر کسی بار ندامت اور خفت انھائی پڑی۔ ایک بار نہیں بلکہ کسی بار، کسی بار، مثلاً
بیوی سے جھگڑے کر اسے طلاق دے دی اب پریشان اور پشیمان کہ ہائے ای کیا کر بیٹھا۔
طلاقیں بھی کم از کم تین دیتے ہیں تاکہ ندامت پر ندامت ہوتی رہے مگر رجوع کی کوئی
صورت نہ رہے۔ اسی طرح کسی نے کوئی بات خلاف طبع کہہ دی تو اس کو گالی ویدی۔
جو ابا اس نے تحکماً لگادی تو اب پھر شرمسار اور پریشان۔ یہ تود نیوی پریشانیاں ہیں
جبکہ زبان کی وجہ سے آخرت کا عذاب تو بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت
فرمائیں۔ غرض بولنے پر تو پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں ہر شخص خود اپنا تجزیہ کر لے اپنے
حالات میں غور کرے لیکن خاموش رہنے پر کبھی کسی کو ندامت نہیں ہوتی کبھی آپ کی
زبان سے یہ نہیں نکلا ہو گا کہ اس کی اور کو یہ کہتے سا ہو گا کہ میں فلاں موقع پر خاموش رہا
اس لئے میرا تنا نقصان ہو گیا اس لئے اپنی خاموشی پر بچھتا رہا ہوں۔ ایسا کبھی نہیں
ہو گا اس کے بر عکس آپ نے بولنے پر بار بار نقصان انھایا ہو گا، شرمندگی انھائی ہو گی۔ دنیا
کے اکثر نقصان اور لڑائی جھگڑے بولنے پر ہو رہے ہیں۔ خاموشی میں کوئی نقصان نہیں
بلکہ اس میں سلامتی ہے باں اگر آپ کو بولنا ہی ہے خاموش نہیں رہا جاتا بولنے کے لئے
بے تاب ہیں تودین کی بات سمجھے اللہ کے احکام لوگوں تک پہنچائیے۔ اس کے نتیجے میں
اگر ظاہری نقصان ہو گیا کسی نے پٹائی بھی کر دی تو یہ ندامت کی بات نہیں بلکہ فخر کا مقام
ہے۔ اس ظاہری نقصان اور ذرا اسی سلسلی پر بہت بڑا جرہ ہے۔ بولنا ہی ہے تو ایسے موقع پر
بولنے لیکن یہ کیا کہ مسلمان دنیا کی لغو اور بے کار باتیں کر کر کے تو بار بار ندامت
انھائے کہ کاش میں نے یہ بات نہ کی ہوتی، کاش میں نے یہ کام نہ کیا، ہوتا مگر دین کے
معاملے میں اور با شخصیت اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں دیکھ دیکھ کر خاموش رہے۔ شریعت کے
احکام نو تھے رہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں سرہام کی جائیں مگر یہ نہیں سے مس نہ ہو اور گو گا

شیطان بن کر دیکھتا ہے۔ زبان کو فضول گوئی سے بچانے کے لئے کچھ نجت بتاتا ہوں انہیں یاد کر لیں اور بار بار سوچا کریں۔

فضول گوئی سے بچنے کے نجت: پہلا نجت:

دنیا بھر کے حکماء، فلاسفہ، سائنسدانوں، و انشوروں اور دماغی ڈاکٹروں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ زیادہ بولنے والا احمق اور بے وقوف ہے۔ خود بھی زیادہ باتوں سے بچیں خاموشی کی عادت ڈالیں اور کوئی دوسرا شخص آپ کے سامنے زیادہ باتیں کرنے لگے تو اسے بھی بتاریں کہ بھائی! دنیا بھر کے عقلاں کا یہ اجمائی فیصلہ ہے کہ زیادہ بولنا اور زبان چلانا کوئی عقلمندی نہیں بلکہ فتوح عقل اور حماقت کی علامت ہے لہذا آپ ایسی حماقت نہ کریں۔ وہ پھر بھی باتوں سے باز نہ آئے تو اسے خیر خواہانہ مشورہ دیجئے کہ آپ مریض ہیں دماغ کے کسی اپیشنس ڈاکٹر سے اپنا علاج کروائیے۔ بیچارہ مریض ہے مریض سے اظہار ہمدردی تو کرنا اسی چاہئے۔

دوسرा نجت:

اس حقیقت کو بار بار سوچا کریں کہ دنیا میں کبھی بھی کسی انسان کو خاموش رہنے پر کسی قسم کی ندادت نہیں ہوئی۔ اس بارے میں اپنے حالات کو بھی سوچا کریں۔ دوسروں کے حالات بھی دیکھیں۔

ایک بار میں اپنے بیٹے کے ساتھ بازار کی کام سے گیا۔ وہ کہنے لگے کہ میں اپنی گاڑی بیچنا چاہتا ہوں یہاں دلال رہتے ہیں ذرا ان سے بات کرتے جائیں۔ دلالوں کے سامنے جا کر گاڑی روک دی وہ آگئے اور کچھ دام بتا کے مگر یہ دام ان کے اس اندازہ سے کم تھے جتنے میں یہ فروخت کرنا چاہتے تھے، ذرا میں ایک اندازہ لگا کر گئے تھے کہ

اتنے میں گاڑی پک جائے تو ٹھیک ہے ورنہ واپس آجائیں گے۔ انہوں نے کم دام بتائے اس کے بعد بولنا شروع ہو گئے کہ ہاں بولیں آپ کتنے میں دس گے؟ مگر یہ خاموش وہ پھر بولے اورے کچھ تو بتاؤ کچھ بولو تو کہی مگر یہ بالکل خاموش گویا سن ہی نہیں رہے بس ایک دو منٹ ٹھہرے۔ پھر گاڑی اسٹارٹ کی اور واپس چلے آئے اگر یہ بھی بولنے لگتے کہ اتنے دام دو وہ کہتے نہیں اتنے لے لو۔ یہ کہتے نہیں اتنے دو خواہ مخواہ ایک دوسرے کا دام غمختے رہتے اور وقت بھی ضائع ہوتا لیکن ان لوگوں کی زبان سے پہلی بات سن کر ہی انہیں اندازہ ہو گیا کہ یہ سودا بتانا نظر نہیں آتا۔ اس لئے بس ایک دو منٹ ہی ٹھہرے اور وقت ضائع کے بغیر باب سے چل دیئے اس قصہ کو کئی سال گزر گئے مگر جیسے میں نے پہلے بتایا کہ عبرت کی بات خواہ کسی شخص سے مل جائے وہ دیندار ہو یا بے دین بلکہ حمق ہی کیوں نہ ہو اس کی بات مجھے یاد رہتی ہے۔ اپنے بیٹے کی یہ انداز مجھے بہت پسند آیا اب بھی بھی میں انہیں شاباش دے دیتا ہوں کہ اس دن بہت اچھا کیا آپ نے، کچھ بولتے تو اپنا دام غمچی کھپاتے میرا وقت بھی ضائع کرتے۔ اچھا کیا کہ خاموشی سے چل دیئے۔

انسان بول کر بارہا شرمند ہوتا ہے مگر خاموش رہنے پر کبھی شرمندگی نہیں ہوتی بلکہ خوشی ہی ہوتی ہے کہ اچھا ہوا میں اس موقع پر خاموش رہ ورنہ اتنا نقصان ہوتا ایسی شرمندگی ہوتی۔

تیسرا نسخہ:

تیرے نمبر پر ایک قصہ یاد کر لجئے اس میں بھی غور کریں اور نسخہ کے طور پر اسے استعمال کریں۔ کہتے ہیں کسی شہزادہ نے کہیں خاموشی کے فوائد اور بولنے کے نقصان پڑھ لئے لہذا اس نے تیہہ کرایا کہ ہمیشہ خاموش رہوں گا اور کبھی نہیں بولوں گا۔ بادشاہ کو جب پتا چلا کہ شہزادہ کی بول چال بند ہو گئی چونہیں گھنے سکوت ہی سکوت طاری ہے

تو بہت نکر مند ہوا اور علاج کا حکم دیا، بڑے بڑے نامور اطباء بنا کئے گئے۔ انہوں نے علاج کیا مگر بے سود، پھر سوچا شاید کسی نے جادو کر دیا یا تبدیل لگ گئی، کوئی بحوث سوار ہو گیا۔ لہذا اعمال بنا کئے گئے انہوں نے ہر قسم کے تعویذ گندے ٹوٹے ٹوٹکے کر کے دیکھ لئے مگر شہزادہ اب بھی بول کرستہ دیا۔ بادشاہ کی تشویش اور بڑھی جب سارے علاج ناکام ہو گئے اور کوئی چارہ کا نظر نہ آیا تو آخری علاج یہ سوبحا کر۔ اپنے ماخول سے دور کھیس پہاڑوں، جنگلوں کی طرف اسے لے جاؤ اور تفریح کرو اُشاید آب و ہوا کی تبدیل سے اس کی زبان کھل جانے یا شکار کہینے سے اس کی طبیعت کھل جائے اور خوش ہو کر کوئی بات کر لے جیسے آج کل لوگوں نے عورتوں کا بھی یہی علاج شروع کر دیا ہے۔ بحیثیں زمانہ آگیا ہے، بے دینی کی نحوضت سے عقولوں پر پردے پڑ گئے ہیں۔ عورتیں تو ہیں ہی پاگل مگر خاوندان سے بڑھ کر پاگل۔ عورت کو ذرا سی تکلیف ہو جائے یا یونہی مکر کرنے لگے تو اس کی صحیح تیشیں اور علاج کی بجائے عورتوں کو تفریح کرواتے ہیں مگر سے نکالو دو دراز تفریح کرواؤ، سیر پائل سے طبیعت بحال ہو جائے گی یہ کون سا علاج ہوا؟ اس بے پردوگی اور بے حیائی سے تو اس کا دماغ اور خراب ہو گا۔ وہ تو بار بار یہی کہے گی میں یہاں ہوں مجھے اور تفریح کرواؤ۔

شہزادے کو لے گئے تفریح کے لئے جنگل میں چلتے ہوئے کسی طرف سے تیرتی آواز آئی۔ شکاری نے فوراً انشانہ لگایا اور اسے مار گرایا۔ اب شہزادہ بولا: ”اوہ بول“ مطلب یہ کہ چکھ لیا بولنے کا مزا اور اس بول۔ بس پھر خاموش، وہ لوگ سمجھ گئے کہ یہ تو مکار ہے جان بوجھ کر نہیں بولتا بادشاہ کو بھی غصہ آگیا اور اس نے حکم دے دیا کہ اس کی پٹائی لگاؤ اسے کوئی عذر نہیں بلکہ یہ مکار ہے سب کو خواہ مخواہ پریشان کر کھاہے لگاؤ اس کی پٹائی دیکھیں کیسے نہیں بولتا۔ یہ سنتے ہی کارندوں نے اسے مارنا شروع کر دیا جب کافی مار لگ چکی تو پھر بولا: ”ایک بار بولنے پر تو اتنی مار کھانی دوبارہ“ بھی بولا تو تیر اکیا بنتے گا“ بس یہ کہتے ہی پھر خاموش، مار پڑتی رہی لیکن وہ دوبارہ کبھی بولا تو تیر اکیا بنتے گا“ بس یہ۔

خاموشی اختیار کرنے کا یہ تیرانجھ ہے اور بڑا بیک نجیب نجیب ہے اسے سوچا کریں ہونا تو یہ چاہئے کہ جو بسیار گولی کے مریض ہیں کسی طرح خاموش ہجیں ہوتے۔ ان کی بھی کوئی تحکمی لگانے والا ہو ہر وقت درد لے کر کھڑا رہے جیسے اسی بک بک شروع کرتیں درد سر بر بر ساتا شروع کر دے مگر یہاں کوئی تحکمی لگانے والا تو ہے نہیں اس لئے یہ مریض ٹھیک نہیں ہوتے اور بولتے چلے جاتے ہیں۔

چوتھا نسخہ:

یہ بات خوب سمجھ لیں کہ انسان کے قلب میں جس چیز کی محبت ہوتی ہے اسی کا ذکر زبان پر ہوتا ہے اور جس کا ذکر زبان پر ہوتا ہے اس کی محبت قلب میں بڑھتی جاتی ہے۔ جب دنیا کی باقی ضرورت سے زیادہ کریں گے تو اس سے دنیا کی محبت دل میں بڑھے گی۔ ایک بار حضرت رابعہ بصریہ رحمہما اللہ تعالیٰ کی خانقاہ میں کچھ لوگ دنیا کی برائی ن باتیں کر رہے تھے آپ نے انہیں ڈانٹ کر فرمایا کہ اے دنیا کے عاشقوا یہاں سے نکل جاؤ۔ کسی نے کہا کہ یہ تو دنیا کی برائی کر رہے تھے تو فرمایا کہ دل میں دنیا کی محبت ہے جبھی تو اس کا ذکر زبان پر آیا۔ جس کی محبت دل میں ہو موقع بے موقع اس کا ذکر زبان پر آ جاتا ہے خواہ بصورت ذمہ کیوں نہ ہو۔ دنیا کی محبت ہر رائی کی جزو ہے اس لئے جب بھی زبان فضول گوئی کا تقاضا کرے تو یہ سوچا کریں کہ اس میں آپ کا کتنا فحصان ہے۔

نہی عن المنکر کا فائدہ:

آپ خود بھی ان شخصوں پر عمل کریں اور انہیں آگے دوسرے لوگوں تک بھی پہنچانے کا اہتمام کریں، آگے پہنچانے کے بہت سے فائدے ہیں، مثلاً:

❶ آپ نے اپنا فرض اداء کیا۔

۱ جب آپ بات آگے پہنچائیں گے تو دوسرے لوگوں کو بھی فائدہ ہو گا اس میں آپ کا بھی دینی فائدہ ہے کہ آپ کو ثواب ملے گا۔

۲ جیسے جیسے دین کی یاتیں آگے پہنچیں گی اور معاشرہ سدھرتا جائے گا ب کے لئے دین پر قائم رہنا آسان ہو جائے گا، مثلاً دین کی یہی بات لے لیں کہ آپ نے اپنے ماحول میں سب لوگوں کی یہ ذہن سازی کر دی کہ فضول گوئی کے انتہے انتہے نقصان ہیں خاموشی کے یہ یہ فوائد ہیں۔ جب سب کا ذہن بنادیا اور سب نے طے کر لیا کہ ہم اپنے قیمتی وقت ضائع نہیں کریں گے تو آپ کے لئے اور دوسرے تمام ملنے والوں کے لئے شریعت کا یہ حکم آسان ہو گیا۔ جب بھی کوئی ملے سلام کے بعد مختصر سے الفاظ میں خیریت پوچھی اور تسبیح نکال کر باقی میں پکڑ لی چونکہ دوسرے کا بھی ذہن بنادیا ہو ابے وہ بھی یہی کرے گا۔ فضول باتوں کی بجائے ذکر میں لگ جائے گا۔ تیرا بھی یہی کرے گا غرض تمام اہل مجلس اس گناہ سے بآسانی بچ جائیں گے۔ سب کے لئے دین پر چلننا آسان ہو گیا۔

۳ جتنی بار آپ یہ بات کریں گے آپ میں زیادہ مفہومی پیدا ہو گی۔ ایک بار بات سن لی کان میں پڑ گئی تو یہ سبق کا پہلا مرحلہ ہے پھر جب اسے زبان پر لائے اور دوسروں تک پہنچائی تو سبق پختہ ہو گیا۔ پھر آگے جتنی بار دھراتے جائیں گے اتنی ہی پہنچیں اور مفہومی پیدا ہوتی چلی جائے گی۔

آگے پہنچانے کے اتنے فائدے ہیں اس لئے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک یہ یاتیں پہنچائیں اگر عین وقت پر پہنچ دیا کریں تو زیادہ فائدہ ہو گا کسی کو یکار باتوں میں مشغول دیکھیں اور مناسب طریقے سے نوک دیں تو اس کا فائدہ زیادہ ہو گا، سننے والے کو بھی کہ بروقت انگلشن لگ گیا اور مرض کا علاج ہو گیا۔ نوکنے والے کو بھی فائدہ کہ بروقت اس نے خمی عن المترک کا فریضہ انجام دیا۔ اس کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہو گا۔ حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی ہے یہی:

(۱) یا بسی اقم الصلوٰة وامر بالمعروف و انه عن المنكر واصبر

علی ما اصحابک ان ذلك من عزم الا مور (۲۱-۲۷)

بیٹے کو پیار کے انداز میں نصیحت فرمائے ہیں کہ میرے برخوردار امیرے پیارے
بچے انماز پابندی سے پر چھو، لوگوں کو بھلانی کا حکم دیتے رہو، برائسوں سے روکتے رہو۔
جہاں تک نماز قائم کرنے اور بھلانی کا حکم کرنے کا معاملہ ہے یہ دونوں کام نسبی آسان
ہیں اس لئے ان کے ساتھ مزید کوئی ہدایت نہیں دی لیکن تیرے نہر پر جو نصیحت
فرمائی: وانہ عن المنکر۔ یہ بہت مشکل کام ہے، جب کوئی بھی عن المنکر کا فریضہ
اجرام دے گا تو خطرات میں گھر جائے گا لوگ اس کے دشمن بن جائیں گے۔ اس لئے
تیری نصیحت کے بعد متصل چوتھی نصیحت بھی فرمادی: واصبر علی ما اصحابک۔ کہ
بھی عن المنکر کے نتیجے میں جو تکلیف اور مصیبت پہنچے اس پر صبر کیجئے۔ جیسے ہی آپ
لوگوں کو گناہوں پر توکیس گے انہیں اللہ تعالیٰ کی نار ارضی اور جہنم سے بچانے کی کوشش
کریں گے وہ آپ کے مخالف اور دشمن بن جائیں گے آپ لتنی ہی خیر خواہی اور دوستی
شوت دیں مگر وہ تاران اپنے دوست کو دشمن ہتی تصور کریں گے اسے طرح طرح کی
انداز میں دیں گے بلکہ جان کے درپے ہوں گے، اس لئے فرمایا: واصبر علی ما
اصبابک۔ کہ ان کی تمام انداز اسرائیل پر صبر و تحمل کیجئے، ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے پرزا
کیجئے اور اپنا فرض اداء کرتے چلے جائے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی اللہ کا بندو بھی عن
المنکر کا فریضہ انجام دے اور لوگوں کی انداز اسرائیل سے محفوظ رہے۔

بہر حال جہاں کہیں مترکو بکھیں حسب موقع بات کہہ دیا کریں اور اگر آپ ڈرتے
ہیں تو زیادہ بحث مباحثہ نہ کریں ایک بار کہہ دیا کریں کہ یہ گناہ ہے اپنا فرض اداء کرو دیں
ایک بار بات تو چلا دیں آگے بحث نہ کریں بس ایک بار کہہ کر فرض سے بسند و ش ہو گئے
آگے مزید بحث و مباحثہ کی ضرورت نہیں مگر قصہ یہ ہے کہ آج کا مسلمان حق کی بات
کہتے ہوئے بھی ڈرتا ہے یہ سوچ سوچ کر حق بات کہنے سے رک جاتا ہے کہ فلاں عزیز

یادوست کو حق بات کہہ دی تو وہ ناراض ہو جائے گا، بیگم کو پردے کا کہہ دیا تو وہ بگز
جائے گی اگر دوست ناراض ہو گئے رشدہ داروں نے رخ پھیر لیا تو اس کا کیا بنے گا؟ اگر
خدا نخواست بیگم بگزگی تو زندہ کیسے رہے گا۔ بس یہ سوچ سوچ کر گھلٹا رہتا ہے اور حق
بات کہنے کی ہمت ہی نہیں پڑتی یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنی اتنی محبت بھروسے جو دنیا
بھر کی محبتوں پر دنیا بھر کے تعلقات پر غالب آجائے، اپنی محبت کی ایسی چاشنی عطا فرماء فرماء
جس کے سامنے پوری دنیا کا خوف، دنیا بھر کی طمع اور لالج فناء ہو جائے یا اللہ! اپنی
رحمت سے ایسی محبت عطا فرمادے۔

وصل اللہم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد
وعلی الہ وصحابہ اجمعین
والحمد للہ رب العلمین

